

افادات حضرت مولانا عبید اللہ

سُورَةُ الْكَهْفِ :- عبقثات چوتھے اشارہ میں انسانی مراتب کمال پر بحث کی گئی ہے۔ سب سے پہلا مرتبہ اخلاق کی درستی ہے اسے تہذیب النسمہ سے تعبیر کرتے ہیں، دوسرا مرتبہ نسمہ کا نفس ناطقہ میں فنا ہو جانا ہے یہ مرتبہ ولایت صغریٰ کہلاتا ہے، تیسرا مرتبہ کہ نفس ناطقہ کی تکمیل ہو جائے یعنی وہ نفس کلیہ میں فنا ہو جائے اور یہ ولایت کبریٰ ہے۔ چوتھا مرتبہ ہے روح ملکوتی جو کہ نفس ناطقہ کا جزو ہے اسے حظیرۃ القدس میں فنا حاصل ہے اور اس کے ذریعے تجلی اعظم میں فنا حاصل ہوا ہے فائز بکمالات نبوت کہتے ہیں۔ اس درجہ کے انمول میں سے کسی کو نبوت کا منصب عطا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کوئی کام نوع انسانی میں کرتا چاہتا ہے تو اس کام کے لئے نبی کو واسطہ بناتا ہے جیسے انسان اپنے ہاتھ پاؤں کو واسطہ بنا لیتا ہے اسی طرح تجلی اعظم نبی کو ایک خاص فیض شائع کرنے کے لئے ذریعہ بناتی ہے، یہ درجہ نبوت ہے اور ان لوگوں کو ملتا ہے جو پانچویں درجہ تک ترقی کر چکے ہوں۔ شاہ صاحب ان پانچویں درجہ کے بزرگوں کو اصحاب قرب الفرقان کہتے ہیں اور چوتھے درجہ کے لوگوں کو اصحاب قرب الوجود اور تیسرے درجہ کو اصحاب قرب النوافل کہتے ہیں، اصحاب قرب الفرقان میں سے جو لوگ اس درجہ پر پہنچتے ہیں ان کے مثالوں میں ایک نام ذوالقرنین آتا ہے اور مریم یہ دونوں اصحاب پانچویں درجہ کی مثال ہے، چوتھے درجہ کے لوگوں میں جنکی مثالیں ملتی ہیں ان میں خضر کا نام آتا ہے اسیں فرماتے ہیں۔

یبطش یارب وینحرق ماسکین و یقتل الغلام وما حرق وما قتل الرب تبارک و تعالیٰ

دھویفعل مایرید، یہ اصحاب ولایت کبریٰ کی مثال ہے۔ یعنی قرب النوافل والوں کی الکھف قدرت الہی ایک کام کرتی ہے۔ مثلاً مختلف قسم کی نباتات سے زمین زینت والی ہو جاتی ہے پھر سوکھا چٹیل میدان بن جاتا ہے عقل مند انسان بھی یہی کرتا ہے کہ یہ کام بے قاعدہ تھا، اسی طرح اگر انسانیت میں کوئی چیز قدرتی طور پر پیدا ہو جائے جیسے چٹیل میدان میں سنبری تو جو شخص اسے سمجھنے کی کوشش کرے گا ادا ران کے لئے معلوم نہ کرے تو اسے ہرگز عقل مند نہیں کہا جاسکتا۔ کتب الہیہ جو نازل ہوتی ہیں ان سے پہلے ایک خاص جبلت کا انسان پیدا ہوتا ہے جو شخص اس پر تعجب کرتا ہے ادا ران کے درجہ تک پہنچتا ہے تو وہ احمقوں کا کام کرتا ہے عقل مند اسکی حکمت کے پیچھے پڑتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا۔ ان کو سب چیزیں باقاعدہ نظر آنے لگتی ہیں یہی سوچنے والے انسان ہیں جو انسانیت کو ترقی دیتے ہیں اور تعجب کر کے انکار کرنے والے لوگ تو انسانیت کا برا پہلو ہیں۔ ایک پھلدار درخت ہے اس کو ناہلی دنیا چھوڑ دیا اب اسکی لکڑی کاٹ کر بلا دی جائیگی، انسانیت اس سوچنے سمجھنے کے لئے ہی زمین پر پیدا کی گئی ہے کہ جو کام اللہ آسمان پر ملا، اعلیٰ میں کہنے کا فیصلہ کرتا ہے اس کو زمین میں سمجھنے والے آدمی پیدا ہوں، اس کو چلانے والے آدمی پیدا ہوں۔ جیسے فرشتے آسمان میں خدائی بات کو سمجھتے ہیں اور مانتے ہیں۔ اور دوسرا حصہ ہے جو اسے کام میں لائے، اسی طرح زمین پر اعلیٰ سمجھنے والے انسان پیدا ہوں، اور اعلیٰ کلام کو پورا کرنے والے آدمی پیدا ہوں۔ یہ لوگ یہ خیال کریں کہ یہ کام پورا کرنا ہماری طبیعت کا تقاضا ہے۔ اسے ہم خود پورا کرتے ہیں، یہ لوگ خدا کے آسمان پر کے فیصلہ کا زمین پر آئینہ بن جائیں گے، جو انسانیت کا درخت یہ ثمرہ نہیں دیتا لکڑی کی طرح کاٹ کر بلا دیا جائیگا۔ آدمی کتب الہیہ کو اس طرح سوچنے لگے تو کتب الہیہ سے کہیں تناقض پیدا نہیں ہوگا، جو لوگ نبوت پر تعجب کرتے ہیں وہ اپنی من مانی کرتے ہیں کہ قدرت الہی ایک طرح کام کر رہی ہے اور نبی جو تعلیم دیتا ہے اس کے مقابل ٹھیک نہیں اس شبہ سے انبیاء کی تکذیب کرتے ہیں۔ اب اگر اس شبہ کا حل کرنے والے آدمی پیدا ہو جائیں اور ثابت کر دیں کہ قدرت نے ایسے آدمی پیدا کر دیں جن کا طبعی تقاضا ہے اور قدرت کا قدرت کے دوسرے کام سے تناقض نہیں ہوتا اس لئے کہ سارے جہان کا خدا ایک ہے، اگر قدرت کے منافع مختلف مان لئے جائیں تو اس حالت میں قدرتی امور میں تناقض ماننا جائز ہے مگر جب تک انسانیت سمجھتی ہے کہ سارے جہان کا نظام ایک خدا کے

ہاتھ میں ہے اس وقت تک قدرتی امور کا تناقض ناممکن ہے، ایسے لوگوں کو اگر چھوڑ دیا جائے اور کوئی بتانے والا نہ ہو تو وہ دہی کام کریں گے جو کتاب الہی نے انہیں بتایا گویا نبوت کی تعلیم ان کی طبیعت میں سے نکلتی ہے یعنی کتب البیہ ان کی جبلت کی تفصیل ہیں مثلاً حدیث جبلت کی تفصیل ہے اور اسی پر ہمارے مذہب کا مدار ہے اس سے ہم نے قوانین وضع کر لئے ہیں اسی طرح انکی جبلت کی تشریح ملا، اعلیٰ میں ہو چکی ہے جو قرآن کی شکل میں نازل ہوئی ہے، خدا تعالیٰ جو فیض دنیا کو دیتا چاہتا ہے وہ اس آدمی کے ذریعہ سے ہوگا، اب وہ فیض الہی اس آدمی کی جبلت کا رنگ اختیار کر گیا، ملا، اعلیٰ کے لوگ اس فیض الہی کو اس شخص کی جبلت سمجھ کر پیش کریں گے۔ اور یہی کتاب الہی بن جائیگی، قرآن کو رسول اللہ کا دماغ پیدا نہیں کرتا بلکہ ملا، اعلیٰ کا دماغ پیدا کرتا ہے، مگر ملا، اعلیٰ کا دماغ رسول اللہ کے دماغ سے ہی میج دیتا ہے۔ غیر مسلم یہ کہتا ہے کہ رسول نے قرآن بنالیا ہم اسے کہتے ہیں کہ قرآن ملا، اعلیٰ میں یوں بنا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ کی استعداد کے موافق ہے تو ہم اسے قبول کریں گے اور اگر یہ کہے کہ اسے نبی کے دماغ نے گھڑا ہے تو اس سے ہم انکار کریں گے اس میں ایسی چیزیں آئی ہیں جو تمام نوع انسانی سے تعلق رکھتی ہیں، ایک طریق سے تمام شخص اکبر سے تعلق رکھتے ہیں اس کا احاطہ کرنا اور اس میں میع فیصلہ دینا نبی کے دماغ کا کام نہیں مثلاً نبی کو یقین ہے کہ میرے مخالفین مغلوب ہو جائیں گے اور قرآن کی جو تعلیم مجھے دی جا رہی ہے وہ غالب رہے گی، مگر وہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ چودہ سال کے بعد جنگ بدو ہوگی اور اس میں کفارہ کو شکست ہوگی۔

فائدہ ۴۔ رسول اللہ نے شروع میں جب اپنی دعوت ظاہر کرنے کا ارادہ کیا، تو صفائی پہاڑی پر کھڑے ہو کر قریش کو پکارا اور ان سے کہا کہ اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے شکر آ رہا ہے تو تم مان لو گے یا نہیں؟ سب نے کہا کہ ہم آپ کی بات یقیناً میع مانتے ہیں کیونکہ آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے، تو آپ نے فرمایا کہ میں تم کو سخت عذاب کی خبر دیتا ہوں جو آئے گا، اب اس کے بعد میرا ترجمہ یہ ہے کہ سخت عذاب سے مراد انقلاب ہے، اور اس انقلاب سے مراد ہے قرآن عظیم کا مکہ کو فتح کرنا، اس وقت حالت ایسی تھی کہ قرآن کا مکہ میں کوئی نام نہیں لے سکتا تھا۔ انقلاب یہ ہوگا کہ یہی تعلیم یہاں حکم بن جائیگی یہ انقلاب ہے جسکی آپ خبر دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کے جنہوں کی قرآن کی مخالفت کے پختہ ارادے کر رکھے ہیں یہ عذاب شدید ہوگا اس

میں برس کے بعد مکہ فتح ہوتا ہے اور مدینہ سے فوج اس پر چڑھ کر آتی ہے وہ عین اسی پہاڑی کے پیچھے سے آتی ہے، نبی کے دماغ نے یہ تو بتا دیا کہ عذاب آئے گا، مگر یہ نہیں بتا سکا کہ پہاڑ کے پیچھے سے آئے گا یہ ملا، اعلیٰ کہلاتے ہیں، اس کے بعد رسول اللہ کے اس مقام پر کھڑے ہو کر فتح مکہ کے دن مکہ والوں سے اسلام کی بیعت لی ہے۔ یہی مقام ہے جہاں طواف صفا و مروہ کا شروع کیا جاتا ہے اور اس موقع پر جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں اس کے لفظ یہ ہیں۔ الحمد للہ الذی نصر عبدہ و صدق وعدہ و ہزم الاحزاب کلہا نصر۔ ایک بندہ تھا جو قرآن بیکر کھڑا ہوا اسے فتح دی صدق یہ اٹھا ہے اس وعدہ کی طرف جو پہلی پہاڑی پر وعظ میں کیا گیا تھا۔ یہ صفا سے شروع کر کے طواف کرنا اسی واقعہ کی یادگار ہے، اور یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم نے حضرت اسمعیل کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا یہ اسکی یادگار ہے۔ ذبح اور مروہ کا ذکر تورات میں بھی موجود ہے، صغاب میں حضرت ابراہیم نے ذبح نہیں کیا، عام قصے سب غلط ہیں، اس کا ذکر موطا امام مالک میں موجود ہے

سَبَّحَ اسْمُ رَبِّكَ الْاَعْلٰی یہ ایک بڑا کرمہ اس کے کئی لاکھ ٹکڑے کہتے ہیں وہ ٹکڑے مختلف پیدا کر لیتے ہیں۔ پھر اگر سب کو ملانا چاہیں تو پھر سب مل کر کرمہ کا کرمہ بن جاتا ہے۔ خلقت عنایت اولیٰ میں ان دونوں حکمتوں کو پورا کرتی ہے۔ یعنی یہ تسویہ ایسی طرز سے کیا گیا ہے کہ مخلوق مختلف شکلیں بدلے گی، لیکن کسی حالت میں بھی بیکار نہ ہوگی، یہ ایک شکل کے لئے ایک سوراخ ہے۔ جس میں وہ کھپ جاتی ہے، قَدَّرَ فَهَدٰی ہر ایک چیز کو کمال تک پہنچانا مقصود ہے حکمت کا تقاضا ہے کہ اس کے لئے جو آخری منزل ہے وہ مقرر و معین کر دی جائے۔ اور اس راہ ترقی کا سارا پروگرام اسے بتا دیا جائے یہ تقدیر اور ہدایت ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا شقی کمال مقدر نہ ہو۔ اور اس کی ترقی کے لئے اسکی ہدایت کا سامان مکمل پیدا نہ کیا گیا ہو۔ احزاج المرعی سب چیزوں کو فضا

تعالیٰ مستوی اور برابر پیدا کیا ہے اور ہر ایک کی ہدایت اس نے کر دی ہے تو کیا یہ انسان کے لئے بھی نہ ہوگا اور یہ ہدایت انسان سے پہلے حیوان کے لئے ضروری ہے ہر حیوان کی زندگی سبزی کھانے پر موقوف کی گئی ہے۔ اور پھر اس کے لئے مقدر ہے اس کا راستہ لے بنا دیا اور چراگاہیں پیدا کر دیں۔ فَجَعَلْنَا غُشَّاءَ اَحْوٰی سُرْدٰی ہن چراگاہوں کی سبزی سوکھ جاتی ہے تو حیوان کے لئے سوکھی گھاس بھی کام دیتی ہے۔

سَنَقْرُکَ الْاِنْسَانَ کی جو خصوصیت ہے وہ اس کا دماغی کمال ہے۔ حیوان کے پیٹ کے لئے جو چیز مقدر ہے اس کا انتظام اخرج المرعیٰ کر دیا اور کہا کہ انسان کے دماغ کے لئے جو کام مقدر کیا گیا ہے اس کا مرعیٰ نہیں ہوگا چنانچہ اس کا مرعیٰ حظیرۃ اللہ ہے جس میں علوم پیدا ہوتے ہیں اور جو علوم اس وقت انسان کے لئے ضروری نہیں ہیں وہ محفوظ کر دیئے جاتے ہیں۔

غُشَّاءَ اَحْوٰی جیسے ابر کے ذریعہ سے بارش آتی ہے اس طرح ایک انسان کے ذریعہ سے علوم کی بارش ہوتی ہے۔ بنی وہ انسان ہے انسان کو علم دینے کے لئے ہم تجھے ابر بنانا چاہتے ہیں۔

فَلَا تَنسٰی الْاِمَا شَاءَ اللّٰہُ۔ جیسے پہلے پہل سبز گھاس تر و تازہ ہو جاتی ہے اسی طرح جب علم نبی کے دل میں آتا ہے تو وہ تر و تازہ ہو جاتا ہے۔ لیکن جب وہ علم نبی کے بعد دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو جاتا ہے وہ دوسری ذہنیتوں میں نئی نئی شکلیں اختیار کر لیتا ہے تو اس کی طراوت کا ایک حصہ جو نزول وحی کے وقت تر و تازہ ہوتا ہے طبعی طور پر کم ہو جاتا ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ یَعْلَمُ الْجَهْرُ قُرْآنَ کی جو ظاہری شکل ہے (الجھر) اور اس کے بعد قوموں میں دماغوں میں جا کر شکل اختیار کر لیتا (الخفی) وہ سب خدا کے علم میں ہے قرآن کی تعلیم پھیلے گی تو کیا ساری دنیا کے لوگ سوسمار کہانے لگ جائیں گے جیسے عرب کھاتے رہتے ہیں۔ یا قرآن کی تعلیم کو ہر قوم اپنی اپنی ذہنیت کے مطابق قبول کرے گی اور خود اپنا رنگ ڈالے گی۔ یہ ہے الْجَهْرُ وَمَا یَخْفٰی۔ دینسہرک انسان

ترقی کے دو راستے ہیں۔

- ۱۔ انسان کی ملکیت اور ہیئت کو مناسب ترقی دی جائے۔ یہ آسان راستہ ہے۔ انبیاء کا طریقہ ہے۔ اس کی انتہاء حجر بخت کی تکمیل پر ہے۔
- ۲۔ فقط ملکیت کو اتنا اونچائی پر پہنچا دیا جائے جتنا عاملین عرش میں ہے اور یہاں دنیوی کی کوئی پرواہ نہ کی جائے ہاں صرف اتنا خیال رکھا جائے کہ وہ مرنے نہ پائے اور یہ طریقہ بہت مشکل ہے۔ ان لوگوں کے جن کی طبیعتیں اس ہی کے لئے مخلوق ہوں کہ ان کا دماغ بہت بلند ہے یہ بعض انسان ہیں لیکن وہ بے کار ہوتے ہیں اب وہ سوئی سوچنے اور پڑھنے پڑھانے کے اور کیا کچھ کر سکتے ہیں باقی تمام انسان اس دوسرے طریقے پر نہیں چل سکتے، اس لئے رسول اللہ ﷺ فرمایا گیا کہ ہم تجھے ایسا طریق بتائے ہیں جو فطرت انسانی کے بالکل مطابق ہے اور اسی لئے آسان ہے۔

چونکہ طریقے دو ہیں تو فطرتیں بھی دو ہیں۔ جو انسان پہلی فطرت کا ہے اسے قرآن پڑھنا چاہیے دوسری فطرت والے کو پڑھانے میں وقت ضائع نہ کرو۔

فَذَكِّرْ اَنْ نَّفَعْتَ الْاَكْثَرُ اَمْ اَكْثَرُ يَكْفُرُ پھر نے کی ضرورت نہیں دوسری جگہ یہ کہ لست علیہم بمضطر تو جبراً نہیں ہو سکتا تھا۔ سید کو من بخشا جس میں خدا کا خوف ہے وہ جلدی یاد کرے گا۔ جسکی فطرت میں حجر بخت سے تعلق ہے اسے کوئی خدا سے ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ خود ہی ڈرتا ہے، خدا کے نام سے کوئی کام بنایا جائے تو وہ اسکی مخالفت کرنے سے گھبراتا ہے مثلاً ایک عاشق ہے جسے کسی سے محبت ہے وہ اپنے محبوب کی ناراضگی سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے اور ایک شخص ہے اسے کسی ماکم سے تعلق ہے جسکی رضا پر اسکی ترقی کا انحصار ہے تو وہ ہر وقت اس سے ڈرتا ہے پس جب انسان کو اس کی فطرت نے خدا یاد کر دیا ہے وہ خدا کی کسی مخلوق پر ظلم کرنے سے خود بخود ڈرے گا، ایسے شخص کو ظلم دور کر کے قرآن بنا دیا جائے تو وہاں اسے فوراً سبکھ لے گا۔ رسول اللہ ﷺ سے پہلے قوموں نے انصاف کرنے کی کوشش کی لیکن اب بین الاقوامی انصاف کی ضرورت ہے دنیا بین الاقوامی انصاف

اپریل ۱۳۸۶ھ

۶۰

اولیٰ جہاد آباد

کے لئے سرگردان ہے، ایسا ہر کوئی شخص اس انصاف کو سیکھ لیگا۔
 یٰتَجَنَّبْهَا الْاَشْقٰی اس سے دور رہے گا۔ وہ شخص جو شقی ہے۔ سنت دل
 بے رحم، انصاف کرنا چاہتا ہی نہیں، اپنی کامرانی ہی فقط اس کا نصب العین
 ہے، یہ فعل انسان کو جہنم میں لے ملے گا۔ اور دیاں نہ اسے موت
 نصیب ہوگی اور نہ اس کی زندگی ہی اچھی ہوگی۔ تارکبری وہ ہے، مَنْ تَرَكَتْ
 نَفْسَ نَاطِقَةٍ كُوْنَمَہ اور بدن پر غالب رکھنا تَرْكِيہ نفس ہے یہ پہلا درجہ ہے
 اصحاب مقامات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

دُذْکِرَ اسْمُ رَبِّہٖ فَصَلٰی خدا کا نام لیا پھر نماز پڑھی اسے خدا کا نام لینے میں
 مزہ آتا ہے۔ یہ بات حجرِ بخت کی بیداری کے بعد پیدا ہوتی ہے۔
 فَصَلٰی صلوٰۃ کے لوگوں نے مختلف ترجمے کئے ہیں وہ مفید نہیں آتے، ہمارا
 ہمارا اپنا ترجمہ ہے صلی ماخوذ ہے سنے سے یعنی حجرِ بخت کو تجلی کامل سے تقابل پیدا
 ہو جائے یہ صلوٰۃ اسے وصال کیے یا صلوٰۃ ایک ہی بات ہے، یہ جو ہماری نماز ہے
 اصل میں حجرِ بخت کو تجلی الہی کے مقابل ہونے کا طریقہ ہے شریعت کی تعلیم سے
 جو انسانی تکمیل ہوتی ہے اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں آگیا ہے یعنی نفسِ ناطقہ
 کا غلبہ اور حجرِ بخت کا تقابل بہ تجلی ذاتِ بخت قریب کی زندگی کو بہت اہمیت دینے
 لگتے ہیں۔ آج ہمیں جو پیش آ رہا ہے یعنی کھانا پینا وغیرہ اسے ہم سب سے زیادہ
 متاثر کر دیتے ہیں۔ اس نقص نے ہمیں اس تعلیم سے پیچھے ڈال دیا ہے۔

الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّالْبَقٰی دنیائی زندگی سے آگے بھی نظر ڈالی جائے تو ہوتا آگے
 بڑھ کر زیادہ مفید اور پائیدار چیزیں ملیں گی، اس دنیائی زندگی میں بھی اچھی چیزیں
 ہیں لیکن وہ زیادہ اچھی نہیں ہیں۔ اور نہ زیادہ دیر پائیں آگے نظر رکھو اور غیر اخیرا
 اور البقی کی طلب کرو۔ یہ ساری نبوی تعلیم کا بخوڑ ہے۔ اِنَّکَ یٰہ تعلیم پہلے صحیفوں
 میں بھی دی گئی ہے وہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں ہے۔ پہلے
 کتابوں کے مطالعہ نہ کرنے سے غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں مثلاً یہ کہ حضرت ابراہیمؑ

کا میخفہ گم ہو چکا ہے یہ سب غلط مطالعہ کا نتیجہ ہے۔

عالم ایک مسلمان اور ایک عیسائی مباحثہ کرتے ہیں اور مسلمان غالب آجاتا ہے سننے والے اس کے اصولوں کو کلیتہً صحیح تسلیم کر لیتے ہیں حالانکہ وہ کلیتہً صحیح نہیں ہوتے۔ وہ صرف اس مناظرہ کے لئے صحیح ہوتے ہیں، مسلمان ایسے موقعوں پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ مسیح کی انجیل اصل میں گم ہو چکی ہے، جس انجیل کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ یہ انجیل نہیں ہے وغیرہ۔

ہماری رائے یہ ہے کہ عہد قدیم کی پہلی پانچ کتابیں جو موسیٰ کی مانی جاتی ہیں ان میں سے کتاب پیدائش میخفہ ابراہیم ہے جو حضرت یوسف کے ذکر پر ختم ہوتا ہے (میلتہ ابائی) سورہ یوسف چنانچہ اس کی تکمیل اس کتاب میں ہوئی ہے اس کے بعد کتاب الخروج سے لے کر آگے تک صحف موسیٰ میں ان پانچوں کو پڑھ کر دیکھ لو،

سطحات

انسان کی نفسی تکمیل و ترقی کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے جو طریق سلوک متعین فرمایا ہے اس رسالے میں اسکی وضاحت ہے ایک ترقی یافتہ دماغ سلوک کے ذریعہ جس طرح حقیقۃ القدس سے اتصال پیدا کرتا ہے سطحات میں آ بیان کیا ہے۔

قیمت:- ایک روپیہ پچاس پیسے

شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد